شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

ستمبر 2011ء / شوال المکرّم 1432ھ - جلد نمبر 3، شمارہ نمبر 9 - قیمت فی شمارہ: مبلغ 15 روپے - سالانہ ممبر شپ: مبلغ 180 روپے - تین سالہ ممبر شپ: مبلغ 400 روپے

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبد الخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبد القادر** رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا: ”ایک وہ دور تھا کہ انگریز کی ملازمت کرنے والوں کو لوگ اچھوت سمجھا کرتے تھے۔ کاندھلہ میں ایک مولوی صاحب انگریز کے ملازم ہوگئے۔ ان سے انگریز افسر نے کہا کہ: تمھاری تنخواہ کم ہے، چاہو تو ترقی دے کر بڑے عہدے پر بھیج دوں۔ انھوں نے کہا کہ: صاحب میں تنخواہ کا کیا کروں گا، کیوں کہ میرا کوئی عزیز اور قریبی، یہاں تک کہ میری بیوی بھی تنخواہ کی کوئی چیز نہیں کھاتی۔ مہمان بھی کھانے کا انتظام اور جگہ کرتے ہیں۔ مجھے اور تنخواہ کیا کرنی ہے.....

مگر آج زمانہ کہاں سے کہاں چلا گیا۔ مولوی نے بہت کچھ انقلابی داؤ کیے، مگر سیاست کے سامنے مذہب مات کھا گیا۔ پورا تو پتا نہیں، مگر خیال ہے کہ ہندوستان کی اگلی نسلیں یہ دیکھ کر کہ مذہب آپس میں نفاق کا موجب ہے، مذہب کو ہی خیر باد کہہ دیں گی۔ حال آں کہ مذہب نفاق نہیں سکھاتا۔ یہ تو کچھ اور ہی چیز ہے، جو نفاق سکھا رہی ہے۔ مگر آنے والی ہندو مسلم نسلیں پھر بھی مذہب کو مطعون کریں گی اور مولوی بے چارا پھر بھی پٹتا رہے گا۔ یہ خیال ہے، کوئی الہام نہیں۔“

(مجلس 29 ر ذی قعد 1365ھ / 25 ر اکتوبر 1946ء، بروز جمعہ۔ مقام: رائے پور)
(ارشادات حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ، ص: 77-76۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

ترتیب عنوانات

درسِ قرآن: اسلام کے سرمایہ پرست مخالفین کا تجزیہ! 2
درسِ حدیث: اجتماعی خرابیوں کے اسباب 2
اداریہ: کراچی میں بدامنی کی صورتِ حال اور شعوری تقاضے 3
خطبہ جمعہ: قرآن حکیم کی جامع تعلیمات کا فہم و شعور 4
خطابات: صدرِ ادارہ محترم جناب ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن کا خطاب 6
رفتارِ کار: حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کا دورۂ خیبر پختونخواہ 7
دینی مسائل: دینی حوالے سے آپ کے سوالات کے جوابات 8

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبد المتین نعمانی (بورے والا)
حضرت مولانا مفتی عبد القدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبد الغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبد القادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
محترم حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبد الرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
محترم سید خالد ریاض بخاری (واہ کینٹ)
حضرت مولانا عبد اللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبد العزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

شعبہ مطبوعات
ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ رجسٹرڈ

مین کیمپس لاہور
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714 , 36369089 www.rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616 , 36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0321-5181875,5181929

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

سالانہ ممبر شپ کی رقم ”ناظم دفتر“ کے نام ارسال کریں، اپنا پتہ صاف اردو میں اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔ ○ پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
تین سال کی ممبر شپ کے لیے مبلغ 400 روپے ارسال کریں۔ ○ **رحیمیہ** کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔
ممبر شپ کی رقومات کی ترسیل بنام ”رحیمیہ لاہور“ میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کے سرمایہ پرست مخالفین کا تجزیہ!

ذَرۡنِیۡ وَ مَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ جَعَلۡتُ لَہٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ﴿ۙ۱۲﴾ وَّ بَنِیۡنَ شُہُوۡدًا ﴿ۙ۱۳﴾ وَّ مَہَّدۡتُّ لَہٗ تَمۡہِیۡدًا ﴿ۙ۱۴﴾ ثُمَّ یَطۡمَعُ اَنۡ اَزِیۡدَ ﴿٭ۙ۱۵﴾ کَلَّا ؕ اِنَّہٗ کَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیۡدًا ﴿ؕ۱۶﴾ (74:11-16)

’’چھوڑ دے مجھے اور اسے، جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور میں نے اسے پھیلا کر مال دیا۔ اور بیٹے جو (آنکھوں کے سامنے) موجود رہتے ہیں۔ اس کے لیے بڑی فراخی پیدا کر دی۔ پھر وہ لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں۔ ہرگز نہیں! وہ تو ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔‘‘

قرآن حکیم کا یہ عام اسلوب بیان ہے کہ وہ رجعت پسند مخالفین کی ذہنی کیفیت بیان کرنے کے لیے ایک نمونے کا شخص لے لیتا ہے اور پھر اس کی ذہنیت کا تجزیہ کرتا ہے۔ ان آیتوں میں قرآنی تحریکِ انقلاب کے مخالف کا اسی طرح نفسیاتی تجزیہ کر کے دکھایا گیا ہے۔ تاکہ سمجھ دار لوگ انقلاب کی حقیقت کو سمجھ جائیں۔ کیونکہ صحیح کیفیت اور غلط ذہنیت پاس پاس لانے سے انقلاب کی اصل حقیقت اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

تحریکِ قرآن کا ایک مخالف ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ ورثے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ لیاقت میں بھی وہ منفرد ہے۔ وہ اپنے گھرانے میں امیرانہ ٹھاٹھ سے پرورش پاتا ہے (وہ جس قسم کی ذہنیت پیدا کر لے گا وہ آگے بیان کی جائے گی) تم اس کی فی الحال پروانہ کرو اسے میرے حوالے کر دو۔ وہ جوان ہوتا ہے تو تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت کے کارخانوں کا مالک ہوتا ہے۔ وہ مادی ترقی میں لیاقت سے کام کرتا ہے تو اسے خوب مال و دولت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ اس کی اولاد اس کے سامنے رہتی ہے کیونکہ اس کے کچھ کمیرے (کمانے والے) کھیتوں میں کام کرتے ہیں۔ اور کچھ کارخانوں میں لہو پسینہ ایک کر رہے ہیں۔ یہ چوپال یا کلب روم میں دوستوں کی محفل میں بیٹھا ادھر ادھر کی □وں میں وقت گزارتا ہے۔ وہ اپنے سرمائے کی ترقی سے مطمئن ہے۔ اگر کسی موقع پر فصل میں غلّہ کم ہوتا ہے تو کارخانے سے خوب نفع ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک مد کی کمی دوسری مد سے پوری ہو جاتی ہے۔ اور اس کا نفع بڑھتا رہتا ہے۔ ایسے شخص کی ذہنیت سرمایہ پرستانہ ہو جانا تعجب انگیز نہیں۔ اور ایسا ہی شخص اپنے قبیلے کا سردار یا برادری کا چوہدری بھی بن جایا کرتا ہے۔

باوجود اتنی دولت ثروت کے وہ ننانوے کے پھیر میں ہے۔ اس کی زر پرستی کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر وقت متمنی رہتا ہے کہ اس کے سرمائے میں اضافہ ہوتا رہے اور اس کے مناصب میں ترقی ہوتی رہے۔ یہ اس کی سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا صحیح نقشہ ہے۔ وہ صرف اپنے سرمائے اور منصب میں ترقی کا خواہشمند رہتا ہے۔ مزدوروں اور کمیروں کی فلاح کا نام تک نہیں لیتا۔ اور غریب طبقے کو ترقی دینے والی تعلیم کی مخالفت شروع کر دیتا ہے۔

لیکن ایسے مخالف سرمایہ پرست کو ہرگز بڑھنے نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ انقلابی پروگرام کا مخالف ہے۔ بلکہ (وہ) اپنی رجعت پسند جماعت کا رہنما بن کر اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی تحریک کی مخالفت میں زور لگائے گا۔ لیکن کیا وہ اس انقلاب کے مقابلے میں آ کر کامیاب ہوگا؟ ہرگز نہیں (کَلَّا) کیونکہ یہ تو اپنے اور اپنی اولاد کے سوا کسی کو لیڈر دیکھ ہی نہیں سکتا۔ حالانکہ انسانیت کا بھلا اس میں ہے کہ جو بہتر ہو وہ انقلاب کا لیڈر بنے۔ یہ دنیا میں انقلاب کس طرح لائے گا؟ یہ تو اپنے ہی مال و متاع کے بڑھانے کی فکر میں ہے۔ یہ انسانیت کی بہتری کے لیے کچھ صرف کرنا جانتا ہی نہیں۔ یہ تو بین الاقوامی انقلاب سے منہ موڑے ہوئے ہے جس کے نشانات صاف نظر آ رہے ہیں۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

اجتماعی خرابیوں کے اسباب

عن ابن عباسؓ قال: ما ظهر الغلول فی قومٍ إلّا ألقی اللّٰه فی قلوبهم الرُّعب، و لا فشا الزنا فيهم إلا كثُر فيهم الموت، و لا نقص قوم المكيال و الميزان إلا قطع عنهم الرزق، و لا حكم قوم بغير حق إلا فشا فيهم الدم، و لا ختر قوم بالعهد إلا سلط عليهم العدوّ.‘‘

’’حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: جن لوگوں کے اندر خیانت پھیل جائے گی، اُن کے دلوں میں اللہ دوسروں کا ڈر بٹھا دے گا۔ جس قوم میں زنا عام ہو جائے گا، اس کے لوگ زیادہ مرنے لگیں گے۔ جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے، ان کے رزق میں کمی ہو جائے گی۔ اور جو ناحق فیصلے کریں گے، ان میں قتل کی وارداتیں زیادہ ہو جائیں گی۔ جو لوگ قول و قرار کا پاس نہ کریں گے، اللہ ان کے اوپر ان کے دشمن کو مسلط کر دے گا۔‘‘

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الرقاق، باب تغیر الناس، الفصل الثالث)

’’غلول‘‘ کے معنی غبن کرنے کے ہیں۔ یعنی جس روپیہ میں دوسروں کا بھی حق ہے، اس میں موقع پا کر چپکے سے کچھ اڑا لینا اور باقی میں دوسروں کے ساتھ حق دار بن کر کھڑے ہو جانا، ایسی حرکت کرنے والا ڈرتا ہی رہتا ہے کہ کسی کو خبر ہوگئی تو بُری ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ عادت عام ہو جائے تو ہر ایک ہر وقت ڈرتا ہی رہے گا۔ حدیث میں یہی بتایا گیا ہے کہ جب امانت غائب ہو جائے اور امانتوں والے چپکے چپکے غبن کرتے رہیں تو ساری قوم مرعوبیت کا شکار ہو جائے گی۔ اور لوگوں کے دلوں پر ڈر اور خوف مسلط ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان دار کا دل شیر جیسا ہوتا ہے۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس میں بلا کی دلیری ہوتی ہے۔ جس کے آگے بڑے بڑے لوگ دب جاتے ہیں۔

حدیث میں آگے ہر گناہ کے ساتھ اس کا نتیجہ بتایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ گنہگار لوگ اور ان کے ساتھ سب کے سب اپنے بدکار لوگوں کے کیے کا پھل دنیا ہی میں پا لیتے ہیں۔ کرنے والے خواہ تھوڑے ہی ہوں، لیکن بُرے کام کا اثر ساری قوم پر پڑتا ہے۔ اس لیے کہ یہ قوم کا فرض تھا کہ بدکرداروں کو ان کی بے ہودگیوں سے روکتی اور ایسے معاشرے کا ڈول ڈالتی کہ بُرے لوگ بُرا کام کرنے کی جرأت ہی نہ کر سکتے ہوں۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا سے موت پھیلتی ہے۔ کم تولنے سے مفلسی اور غربت کا زور ہوتا ہے۔ جھوٹے فیصلے کرنے سے قتل کا بازار گرم ہوتا ہے۔ بدعہدی سے دشمن کا زور بڑھتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ان گناہوں کا نظام قائم کرنے والے اور اِسے قبول کر کے ان میں مشغول رہنے والے لوگ ہر وقت مصیبتوں کا شکار رہتے ہیں۔ اگر پاک صاف زندگی بسر کریں اور ان گناہوں سے بچیں تو بڑی بڑی آفتوں سے نجات نصیب ہوتی ہے۔

اس حدیث سے ایک مفید سبق یہ سیکھا جا سکتا ہے کہ اسلامی معاشرہ کیسا ہونا چاہیے؟ ضرورت اس بات کی ہے کہ اچھے اخلاق والے لوگوں کا اثر معاشرے میں بُرے لوگوں پر غالب رہے۔ اور وہ اچھے لوگوں کے دباؤ سے گناہوں میں مبتلا رہنے کا خیال نہ کر سکیں۔ اگر خدانخواستہ بدکاروں کا زور ہو جائے اور نیک لوگ ان سے دب جائیں تو لوٹ کھسوٹ، مار دھاڑ اور دنگے فساد کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کاش! ہم لوگ قرآن و حدیث کی بیش بہا نصیحتیں گرہ میں باندھیں اور امن و امان کی زندگی بسر کریں۔

rahimia.org

اداریہ

کراچی میں بدامنی کی صورتِ حال اور شعوری تقاضے

گزشتہ کئی ماہ سے کراچی مقتل گاہ بنا ہوا ہے۔ روزانہ انسانوں کے لاشے گرتے ہیں۔ انسانی خون کی ارزانی ہوچکی ہے۔ معصوم انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے۔ بدامنی، خوف اور نفرت کی سلگتی ہوئی آگ مسلسل بھڑکائی جارہی ہے۔ جس کے نتیجے میں کراچی کا امن تباہ ہوچکا ہے۔ ہمارے ملک کی واحد فعال بندرگاہ اور بڑا تجارتی مرکز ایک بڑے المیے سے دوچار ہے۔ کراچی کی بدامنی سے ملکی معیشت اور سیاست پر بُرے اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ کراچی کے عوام خوف کی حالت میں زندگی بسر کررہے ہیں۔ مزدور روزگار سے محروم ہورہے ہیں۔ ہرگزرتے دن کے ساتھ حالات خرابی کی طرف لے جائے جارہے ہیں۔

ایک طرف ملک کے اہم شہر کی یہ حالت ہے اور دوسری طرف حکمران طبقات بدامنی کے اس ہولناک سمندر سے اپنے طبقاتی مفادات کی مچھلیاں پکڑنے میں مصروف ہیں۔ وہ گروہی اور لسانی بنیادوں پر عوام کو تقسیم کررہے ہیں۔ ان کے زیرسایہ پلنے والے گینگ لارڈز نفرت کی آگ سلگانے میں لگے ہوئے ہیں۔ حکمران طبقوں کے طبقاتی مفادات پھیلتے اور بڑھتے جارہے ہیں۔ ان کی کرپشن، لوٹ مار اور گروہی تسلط قائم کرنے کی خواہشات بے لگام ہوتی جارہی ہیں۔ حکمران طبقوں کے باہمی تضادات اُبھر کر سامنے آرہے ہیں۔ مقتدر قوتوں کے ایک طبقے کا داؤ لگتا ہے تو محض اپنے گروہی مفادات کے لیے غلامی کے دور کا کمشنری نظام بحال کردیتا ہے۔ ابھی قانون کی روشنائی بھی خشک نہیں ہوتی کہ دوتین ہفتوں بعد دوسرا مقتدر طبقہ اپنا دباؤ ڈلوا کر دوبارہ پہلے سے جاری بلدیاتی نظام بحال کرالیتا ہے۔ مقتدر قوتوں کے اس طبقاتی تضاد نے عام آدمی کے مسائل حل کرنے کے بجائے اس کا بھرکس نکال کر رکھ دیا ہے۔ ایسے حالات میں سیاسی جماعتیں بھی مثبت سیاست کرنے کی بجائے اپنی خاندانی لمیٹڈ کمپنیوں کے بچاؤ اور پھیلاؤ کی سیاست کررہی ہیں۔ جس سے سیاست جیسا سوسائٹی کا اہم ترین شعبہ بدنام ہورہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان حالات کے سبب معیشت تباہ ہورہی ہے اور غربت وافلاس کے خوفناک سائے پھیلتے جارہے ہیں۔ اس طرح کی صورتِ حال پیدا کرکے نہ صرف کراچی اور سندھ بلکہ پاکستان اور جنوبی ایشیا کا امن تباہ کیا جارہا ہے۔

اس خطے کی گزشتہ تقریباً ڈیڑھ سوسالہ تاریخ اس حقیقت کی نشان دہی کرتی ہے کہ یورپین سامراجی ممالک نے جنوبی ایشیا میں سرمایہ دارانہ مفادات کے لیے ''گریٹ گیم'' کھیلی ہے۔ ڈیڑھ سوسال ہوئے جب کہ انگریز سامراج نے سندھ کے علاقے اور بالخصوص کراچی کی بندرگاہ پر قبضہ کیا۔ جو دراصل دیگر یورپی ممالک کو گرم پانیوں تک پہنچنے سے روکنے کی سامراجی حکمتِ عملی کا حصہ تھا۔ سندھ کے قدیم حکمرانوں سے انگریزوں کے معاہدوں کے باوجود کراچی کے ساحلوں پر براہِ راست قبضے کے یہی مقاصد تھے۔ کراچی پر قبضہ کرتے ہوئے انگریز فوج کے کمانڈر، جنرل نیپیئر نے کہا تھا کہ: ''ہمیں سندھ پر قبضہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، مگر ہم ایسا ضرور کریں گے اور یہ ایک بے حد سودمند، کارآمد اور درمندانہ بدمعاشی ہوگی۔'' اسی لیے سندھ دھرتی میں رہنے والے لوگوں نے نیپیئر کا نام ''شیطان کا بھائی'' رکھا تھا۔ ایک اور انگریز حکمران نے کہا تھا کہ: ''ہمیں سندھ میں مستقبل کے لیے ہرکام کرنا چاہیے، تاکہ ایک اور مصر کی بنیاد رکھی جاسکے۔'' سندھ پر سامراج کے اس قبضے سے لے کر آج تک یورپین طاقتوں کی باہمی جنگ ِزرگری نے اس خطے کو اپنے سرمایہ دارانہ مفادات کے لیے میدانِ جنگ بنایا ہوا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ حالات جس سمت میں لے جائے جارہے ہیں، کہیں اس کے پیچھے بھی سامراجی ممالک کی ''گریٹ گیم'' اور اُن کی ''دردمندانہ بدمعاشی'' تو کام نہیں کررہی، کہ آج بھی سامراجی مفادات کے حصول کے لیے عوام کی اکثریت کو بدامنی کے سمندر میں دھکیلا جارہا ہو۔ اور ''اسٹراٹیجک گہرائی'' کے نام پر آلہ کار قوتوں کو سامراجی مقاصد کے لیے استعمال کیا جارہا ہو۔

آج پاکستانی عوام بالخصوص سندھ دھرتی کے باشعور لوگوں کو اس حوالے سے بڑی دل سوزی کے ساتھ غور وفکر کرنا ہوگا۔ اور یہ شعور پیدا کرنا ہوگا کہ اس دھرتی کی گزشتہ ڈیڑھ سوسالہ تاریخ میں عالمی سامراجی مفادات کے لیے کس طرح خطے کی اقوام کو غلام بنا کر انھیں تقسیم در تقسیم کے جہنم میں پھینکا گیا۔ دھرتی کے مفادات سے غیر وابستہ لوگوں کے ذریعے بدامنی کو فروغ دیا گیا۔ حتیٰ کہ اسلام کے مقدس نام پر فساد مچانے کے لیے مذہبی رہنماؤں کو استعمال کیا گیا اور مذہبی بنیادوں پر فرقہ وارانہ فسادات کو فروغ دیا گیا۔ لسانی بنیادوں پر تقسیم پیدا کی گئی۔ گروہیتوں کو بڑھنے اور پھیلنے دیا گیا۔ سوسائٹی کی اجتماعی شیرازہ بندی کے بجائے سماجی تباہ کاری کی آگ سلگائی گئی۔ قتل وغارت گری کو بڑھاوا دیا گیا۔ تاکہ یہ خطہ سیاسی شعور سے محروم رہے اور قومی خودمختاری کی اساس پر مستحکم اقتصادی قوت نہ بن سکے۔ نیز سامراجی ہتھکنڈوں کا آلہ بن کر کردار ادا کرتا رہے۔ اس خطے کی ڈیڑھ سوسالہ تاریخ اسی حقیقت کی غمازی کرتی ہے۔

آج ہماری نوجوان نسل کو اپنی دھرتی کے بارے میں تاریخی شعور سے آگہی ہونی چاہیے۔ اس خطے میں سامراجی ''گریٹ گیم'' کو سمجھنے کا شعوری وجدان حاصل ہونا چاہیے۔ یہاں کے حکمران طبقوں کے آلہ کار کردار کے بارے میں سیاسی شعور بیدار ہونا چاہیے۔ سیاست کے نام پر چند خاندانوں کی اجارہ داریوں کے تاریخی کردار اور ان کی قرار واقعی حیثیت معلوم ہونی چاہیے۔ یہ جاگیردار، وڈیرے، سرمایہ دار اور دیگر مراعات یافتہ مقتدر طبقات، عالمی سامراجی اور سرمایہ دارانہ نظام کے کل پُرزے بن کر کس طرح ملک فروشی کا ارتکاب کرتے رہے اور دھرتی کے خلاف بغاوت کرتے رہے ہیں۔ اس حوالے سے دھرتی کے باسیوں کو اپنے ملک اور خطے کی شعوری تاریخ سے پوری آگہی ہونی چاہیے۔

آج کی نوجوان نسل کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے کہ ہمیں ملک میں امن، معاشی خوش حالی، عدل وانصاف کی بنیادی اقدار کی اساس پر ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے، جو اجتماعی سطح پر اس دھرتی میں بسنے والی تمام اقوام کی درست شیرازہ بندی کرسکے۔ آج کے نوجوان کو دینی شعور کی اساس پر قومی تقاضوں کا اِدراک حاصل کرنا چاہیے۔ بدامنی، نفرت، قتل وغارت گری اور طبقاتی مفادات حاصل کرنے والوں کا آلہ کار نہیں بننا چاہیے۔ ہمیں اپنی دھرتی میں امن، معاشی ترقی اور خوش حالی کو فروغ دینا ہے۔ زندہ قومیں شعوری جدوجہد سے ہی آگے بڑھتی ہیں۔ بے شعوری قوموں کی زندگی سلب کرلیتی ہے۔ ہمیں اپنے سیاسی، معاشی اور سماجی شعور کی اساس پر ایک ترقی یافتہ قوم کی حیثیت سے زندگی کا ثبوت دینا چاہیے۔ اس دھرتی کو انسانیت کی قتل گاہ بننے سے بچانا ہی زندگی ہے۔ انسانی زندگی کو قتل گاہوں کی بھینٹ چڑھنے سے بچانا آج کے دور کا سب سے بڑا تقاضا ہے۔ آج جب کہ ہمارے قومی اور اجتماعی وجود کو بڑے شدید خطرات لاحق ہیں، ضروری ہے کہ دینی شعور کی اساس پر قومی اور ملی تقاضوں کو سمجھا جائے۔

اللہ ہمیں عقل وشعور کی نعمت سے سرفراز کرے خاص طور پر سامراجی حکمتِ عملیوں کو سمجھنے اور دین اسلام کی اساس پر سوسائٹی میں امن، عدل وانصاف، معاشی خوش حالی کو بروئے کار لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ یقیناً دینی تعلیمات کی اساس پر اپنے معاشرے کی درست تشکیل ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی کی کلید ہے۔ (مدیر اعلیٰ)

قرآن حکیم کی جامع تعلیمات کا فہم و شعور

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 27 مئی 2011ء، بمقام ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: محمد طفیل اقبال

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسوله الكريم. أمّا بعد! قال الله تبارک و تعالیٰ:
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (17:54) صدق الله مولانا العظيم.

معزز دوستو! کتابِ مقدس قرآن حکیم کی تعلیمات رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے۔ انسانی معاشرہ جن اساسی اصولوں پر عمل کر کے ترقی کرتا ہے، کتابِ مقدس قرآن حکیم نے ان اصولوں کی نشان دہی کی ہے۔ اور مسلمان جماعت کو اس کام کا ذمہ دار بنایا ہے، جو ان اصولوں کی روشنی میں اپنی انفرادی اور اجتماعی تشکیل کے لیے جدوجہد اور کوشش کرے۔ اور اس پر یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ یہ نہ صرف مسلمان معاشروں کی ترقی اور کامیابی کے لیے اقدامات کرے، بلکہ کل انسانیت کی فلاح و بہبود کو پیشِ نظر رکھ کر جدوجہد اور کاوِش کرے۔ قرآن حکیم کے اصول انسانیت کے لیے ہیں۔ انسانی ضروریات اور تقاضوں کا لحاظ رکھ کر شریعتِ مقدسہ نے جامع تعلیمات پیش کی ہیں۔ یہ کسی گروہ، فرقے یا نسل کی ترقی کی تعلیمات نہیں، بلکہ کل انسانیت کی فلاح و بہبود کی تعلیمات ہیں۔ کل انسانیت مجموعی طور پر کن مسائل سے دوچار ہوتی ہے، اِسے کون کون سے بنیادی تقاضوں کی تکمیل کرنا پڑتی ہے، قرآن حکیم نے ان تقاضوں کی نشان دہی کی ہے۔ اور ان کے حل کرنے کا طریقہ بتلایا ہے۔ قرآن حکیم نے انسانی سوسائٹی کی تشکیل کے قواعد و ضوابط بیان کیے ہیں، اور ان اصولوں کو عمل میں لانے کا عملی نظام اور سسٹم قائم کرنے کی رہنمائی دی ہے۔

کتابِ مقدس قرآن حکیم نے محض عمدہ باتوں کی نصیحتیں ہی نہیں کیں، بلکہ ان تعلیمات کو عملی طور پر معاشرے کا حصہ بنانے کے طریقۂ کار اور اس کی حکمتِ عملی کی نشان دہی بھی کی ہے۔ اگر ہم قرآن حکیم کی تعلیمات کا جائزہ لیں تو سوسائٹی کی تشکیل کے قوانین اور احکامات پر مشتمل آیات تھوڑی ہیں۔ فقہا نے ان آیات کی تعداد زیادہ سے زیادہ چار پانچ سو بیان کی ہے۔ باقی پورا قرآن حکیم ان آیات پر عمل کرنے کے اجتماعی نظم اور سسٹم کی تعلیم دیتا ہے۔ ان احکامات پر انسانی معاشرے کا عملی نظام قائم کرنے کی بڑی اہمیت ہے۔ آج اس بات پر بہت زور دیا جاتا ہے کہ شریعتِ مقدسہ کے فلاں فلاں احکامات، فلاں فلاں قوانین اور ضابطے ہیں۔ ان تعلیمات کا وعظ بھی کہا جاتا ہے۔ اس حوالے سے اصلاحی کام بھی کیے جاتے ہیں، لیکن انسانی معاشروں میں ان احکامات کا عملی نظام قائم کرنے کا کیا طریقۂ کار ہے اور اس کے بنیادی لوازمات اور تقاضے کیا ہیں، اس حوالے سے نہ صرف رہنمائی نہیں دی جاتی، بلکہ گفتگو بھی نہیں کی جاتی۔ قرآن حکیم کا اکثر حصہ ان تعلیمات کے عملی سسٹم اور طریقۂ کار کی تعلیم دیتا ہے۔

دیکھیے! ہم انسانی معاشرے میں کسی بھی قانون اور ضابطے کو نافذ کرنا چاہتے ہیں تو اس معاشرے کی ہیئتِ ترکیبیہ، معاشرے کی ساخت، اس کی شیرازہ بندی کے بنیادی اساسی عناصر کا تعین کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ معاشرہ کیا ہے، اس معاشرے کے بنیادی تقاضے کیا ہیں، کن بنیادی عناصر پر معاشروں کی اجتماعیت قائم کی جاتی ہے، یہ بنیادی سوالات ہیں۔ اگر یہ معلوم نہیں، تو قوانین اور احکامات کی بنیاد پر معاشروں کے عملی نظام کی تشکیل ممکن نہیں۔ معاشرہ ایک اجتماعیت کا تقاضا کرتا ہے۔ افراد جب باہم مل جل کر کسی جغرافیائی حدود میں زندگی بسر کرتے ہیں، تو ان کے درمیان بہت سے سماجی، عمرانی، سیاسی اور معاشی روابط اور تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ معاہدات وجود میں آتے ہیں۔ قومی سطح پر معاہدۂ عمرانی (Social Contact) وجود میں آتا ہے، جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سوسائٹی میں لوگ ایک سکول آف تھاٹ پر کام کریں گے۔ کام کرنے کا انداز و اسلوب یہ ہوگا۔ اس کی حکمتِ عملی اور طریقۂ کار یہ ہوگا۔ ان امور کی انجام دہی کے لیے بنیادی حکمتِ عملی پیش نظر رکھ کر عملی اقدامات کیے جائیں۔

آج ہم اپنے معاشروں میں نفاذِ اسلام کے نعرے لگاتے ہیں، واعظین ممبر پر بیٹھ کر اچھے اور عمدہ قوانین کے وعظ کہتے اور صحافت کے میدان کے کھلاڑی تبصرے اور تجزیے بہت کرتے ہیں، لیکن نفاذِ اسلام کے بنیادی طریقۂ کار اور اس حوالے سے سماجی تشکیل کے بنیادی تقاضوں کے بارے میں عام طور پر کوئی رہنمائی نہیں دی جاتی۔ آج اس حوالے سے شعور کی ضرورت ہے کہ انسانی سماج میں بنیادی کردار سسٹم اور نظام کا ہوتا ہے، وہی معاشرے کے تمام افعال کی شیرازہ بندی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ آج سوچنا یہ ہے کہ ہمارے ملک کا سسٹم کس فکر اور نظریے پر کام کر رہا ہے؟ اس کا سیاسی نظام کیسے کام کر رہا ہے؟ وہ اپنے معاشی اقدامات کن تصورات کے تحت کر رہا ہے؟ آپس کے سماجی معاہدات، لین دین کو کنٹرول کرنے کا اس کا طریقۂ کار کیا ہے؟ ہر سسٹم ایک فکر و نظریے پر تنظیم کی طاقت پیدا کرنے اور معروضی اجتماعی تقاضوں کی تکمیل کی حکمتِ عملی بنانے کی بنیاد پر آگے بڑھتا ہے۔ انسانی معاشروں کی شناخت ان میں موجود نظاموں سے ہوتی ہے۔

کتابِ مقدس قرآن حکیم نے جہاں انسانی معاشروں کی ترقی اور کامیابی کے قوانین بیان کیے، وہاں ان قوانین پر عمل درآمد کرنے اور سوسائٹی میں اِسے غالب کرنے کے لیے سسٹم کی اہمیت بیان کی ہے۔ اس نظام کو قائم کرنے والی جماعت، اس کے بنیادی فکر اور مہارت اور صلاحیت کی نشان دہی کی ہے۔ قرآن حکیم نے گزشتہ انبیاؑ کے واقعات بیان کر کے گرد و پیش کے حقائق پر غور و فکر اور مطالعہ و تدبر کی دعوت دی۔ مستقبل کے نتائج، موت یا اس کے بعد میں آنے والے واقعات کے تناظر میں انسانی اعمال اور رویوں کو زیرِ بحث لا کر اس حوالے سے رہنمائی کی ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل کے ادوار کے تحلیل و تجزیے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مسلمان جماعت کے اندر وہ مقاصد و اَہداف، تنظیمی صلاحیتیں اور مہارتیں پیدا ہو جائیں، جو ایک بہترین سسٹم کو چلانے کے لیے ضروری ہیں۔ قرآن حکیم نے گزشتہ قوموں کے واقعات کے ضمن میں ان منفی رویوں کی نشان دہی بھی کی، جو تنظیمی طاقت اور مہارت کے اندر خلل پیدا کریں۔ گزشتہ انبیاؑ کے واقعات اور صحابہؓ کی عملی جدوجہد کے تناظر میں ان قوانین اور ضابطوں کی بھی رہنمائی دی کہ جس کی اساس پر ایک بہتر تنظیم وجود میں آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض احکامات ہی جاری نہیں کرتے تھے، بلکہ آپؐ نے ان احکامات کے مطابق اجتماعی رویوں کو اپنے اندر پیدا کرنے اور نظم و ضبط اور ڈسپلن رکھنے والی ایک جماعت کی تشکیل کا کام بھی کیا ہے۔ آپؐ کی صحبت سے جماعتِ صحابہؓ میں جو صلاحیتیں منتقل ہوئیں، وہ اپنے اہداف و مقاصد، اپنے نظریات و افکار اور اپنی تنظیمی مہارت کے نتیجے میں مطلوبہ اہداف کے حصول کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی زندگی کا مقصد اور ہدف متعین کر دیا کہ: لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (9:61) (اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنا) گویا ان قوانین پر انسانی معاشرے کی تشکیل کرنی ہے۔ دین کی اجتماعیت کو قائم کرنا ہے۔ اب ہر فرد اس تنظیمی عمل میں ایسے طریقے سے جُڑ جاتا ہے، ان رویوں کا حامل بنتا ہے کہ وہ ایک منظّم جماعت بن کر

اپنے مطلوبہ اہداف کے لیے کردار ادا کرتا ہے۔ آپؐ کی صحبت کی برکت سے ایک ایسی اجتماعیت قائم ہوئی، جو سوسائٹی میں سماجی تبدیلی کا باعث بنی۔ اور یہ تبدیلی ایک گاؤں، ایک محلے، ایک صوبے، ایک علاقے، ایک محدود جغرافیائی حدود تک محدود نہیں تھی، بلکہ بین الاقوامی سطح تک کل انسانیت کے لیے تھی۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپؐ کی سیرت کا وہ پہلو، جس کا تعلق احکامات پر عمل درآمد کرانے، معاشرے کی سیاسی، معاشی، عمرانی تشکیل اور اس کے نظم وضبط سے ہے، اُسے ہم نے کہاں تک اپنایا ہے۔ خاص طور پر ایسے معاشروں میں، جہاں دین اسلام مغلوب ہے، زوال کی حالت میں ہے۔ اب زوال کی حالت میں اگر ایسی صلاحیتیں رکھنے والی جماعت موجود ہے، تو عملاً دین اسلام کا سچا نظریہ غالب ہوگا۔

آج جب کہ طاغوت اور کفر اپنے ظالمانہ سوچ اور فکر کو سوسائٹی پر مسلط کرنے کے لیے سسٹم کی طاقت پیدا کرتا ہے۔ اس کے لیے غلط فکر پر جماعت تشکیل دیتا ہے۔ چوروں کی جماعت، ڈاکوؤں کی جماعت، لٹیروں کی جماعت، انسانیت دشمن تنظیمی طاقت رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ سرمایہ دارانہ مقاصد کے لیے تنظیم۔ ملکوں اور قوموں پر قبضہ کرنے کے لیے تنظیم۔ سوسائٹی کو یرغمال اور انسانیت کو تباہ و برباد کرنے کے لیے جماعتیں بنائی جاتی ہیں۔ بہت خوش نُما الفاظ کے ساتھ بظاہر ''جمہوریت'' اور انسانیت کی خدمت کا عنوان، لیکن مقاصد اور اہداف طاغوتی، مکر وفریب کے، انسانیت دشمنی کے ہوتے ہیں۔ بظاہر تجارتی کمپنیاں ہیں، لیکن مقاصد اور اَہداف ملکوں اور قوموں کی سیاسی، معاشی غلامی اور ان پر اپنا تسلط قائم کرنے کی ہیں۔

آج دین اسلام کے غلبے کے لیے اس کا نظام قائم کرنے کی صلاحیت اور استعداد پیدا کرنے کی کوئی جدوجہد اور کوشش نہیں کی جاتی۔ جس نظم وضبط، ڈسپلن کے ساتھ دین کے غلبے کا سسٹم قائم کرنے کی صلاحیت واستعداد کا تقاضا ہے، وہ مسلمان معاشرے میں نہیں پایا جاتا ہے۔ طاغوتی اور سامراجی قوتیں اپنے سرمایہ دارانہ عالمی مفادات کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے کردار ادا کرتی ہیں۔ انھیں کوئی آپریشن کرنا ہو، کوئی اقدامات کرنے ہوں، تو اس کے لیے جن تنظیمی تقاضوں کی ضرورت ہے، ان کو بروئے کار لاتے ہیں۔ اور یہاں محض نعرے ہیں۔ محض غصہ ہے۔ محض اشتعال ہے۔ کوئی تنظیمی طاقت اور اجتماعی قوت نہیں پیدا کی جاتی۔ دنیا میں محض غصہ، اشتعال اور جذباتی گالیاں، مزید اشتعال پیدا کرنے کا سبب تو بن سکتی ہیں، سوسائٹی میں آگے بڑھنے اور بنیادی نتائج حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن مجید اپنے احکامات پر عمل کرنے کے لیے انسان میں تنظیمی رویے، skills اور مہارتیں پیدا کرنے کے لیے جن بنیادی اور اساسی اصولوں کی نشان دہی کرتا ہے، ان کا مطالعہ کیا جائے۔ قرآن فہمی کا ایسا انداز و اسلوب اختیار کیا جائے کہ جس سے قرآن پڑھنے والی جماعت میں وہ اعلیٰ تنظیمی صلاحیتیں منتقل ہوں، جو صحابہ کرامؓ کی زندگی کا حصہ بنیں۔ اس جماعت میں ایسا بہترین ڈسپلن، نظم وضبط اور رویے پیدا ہونے چاہئیں، جو ایک بہترین سسٹم قائم کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں۔

اب غزوۂ بدر کی جنگی اور تنظیمی حکمتِ عملی کا مطالعہ کیا جائے، جس میں ایک طرف دشمن کے ایک ہزار آدمی ہیں۔ ان کا ایک اپنا فوجی نظام ہے، عسکری قوت ہے، اس کی بنیاد پر وہ ایک ہزار آدمیوں کو میدان میں لا کھڑا کرتا ہے۔ دوسری طرف نبی اکرمؐ 313 افراد پر مشتمل منظم اور مربوط حکمتِ عملی رکھنے والی جماعت کو لے کر آئے۔ آج غزوۂ بدر کے جنگی نقشے کا عالمی سطح پر فوجی اکیڈمیوں میں مطالعہ کیا جاتا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجیں کہاں تھیں؟ یہ 313 آدمی کس کس جگہ پر کھڑے تھے؟ دشمن فوج کس جگہ پر تھی، آپؐ نے دشمن سے جنگ لڑنے کی کیسے اچھی پلاننگ کی۔ تمام فوجی اکیڈمیاں نبی اکرمؐ کی اس فوجی حکمتِ عملی کو داد دیتی ہیں کہ محض 313 آدمیوں کی تنظیمی طاقت کے بل بوتے پر ایک ہزار آدمیوں کو شکست دے دی۔ دشمن کے سرکردہ 70، 75 آدمی قتل کردیے گئے، اتنے ہی تقریباً آدمی گرفتار کرلیے گئے اور باقی سب شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اسی تنظیمی حکمتِ عملی کی تعریف قرآن حکیم نے کی: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ (4:61) ایسی منظّم جماعت تھی، ایسا اس کے اندر ڈسپلن تھا، ایسا نظم وضبط تھا، اتنی تنظیمی مہارت تھی۔ اتنی اعلیٰ صلاحیتیں تھیں کہ اس جماعت نے ایک سیسہ پلائی دیوار (بنیان مرصوص) بن کر اپنے سے تین گنا بڑی طاقت کو شکست دے دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے دور میں ظلم کے سسٹم کی تنظیمی صلاحیت کے مقابلے میں زیادہ طاقت ورصلاحیت اور استعداد پیدا کی جائے تو دنیا میں نتائج نکلتے ہیں۔

> کتابِ مقدس قرآن حکیم نے جہاں انسانی معاشروں کی ترقی اور کامیابی کے قوانین بیان کیے، وہاں ان قوانین پر عمل درآمد کرنے اور سوسائٹی میں اِسے غالب کرنے کے لیے سسٹم کی اہمیت بیان کی ہے۔ اس نظام کو قائم کرنے والی جماعت، اس کے بنیادی فکر اور مہارت اور صلاحیت کی نشان دہی کی ہے۔

ہر نبی اپنے دور کے دشمن کی طاقت کے مقابلے میں زیادہ بالا دست طاقت پیدا کرتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں انسانیت دشمن طاقت فرعون کی ہے۔ اس زمانے کا جادو لوگوں کے لیے بہت بارعب تھا۔ لوگوں کے دل ودماغ پر اثر انداز ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جادو کا توڑ موسیٰ علیہ السلام کو دیا۔ اب وہاں پر موجود عام لوگوں نے دیکھا کہ ایک طرف بڑے بڑے جادوگر ہیں، ان کے جادو کے اثرات ونتائج سوسائٹی پر تھے۔ دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام نے اس جادو کا توڑ کرکے انھیں شکست دے دی۔ اس سے نہ صرف عوام، بلکہ جادوگر بھی یہ سمجھ گئے کہ اس طاقت کا مقابلہ ہمارا علم وفکر اور جادو نہیں کرسکتا۔ اسی لیے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جھک گئے۔ اور اُن پر ایمان لے آئے۔

ایک طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت ہے۔ اور دوسری طرف ابوجہل کی قیادت میں مکے کا تین سو سالہ پُرانا نظام ہے۔ فتح مکہ سے پہلے 9، 10 سال تک عرب قبائل انتظار کرتے رہے کہ دیکھیں کہ ان میں کون کامیاب ہوتا ہے! جو کامیاب ہوگا، اس کا ساتھ دیں گے۔ اور جب انھوں نے دیکھا کہ محمدؐ نے اپنی جماعت کی طاقت اور تنظیمی صلاحیت سے مکہ والوں کے سسٹم کو توڑ کر غلبہ حاصل کرلیا اور اپنا نظام مضبوط بنیادوں پر قائم کرلیا تو قرآن حکیم کہتا ہے کہ: يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (2:110) کہ سارے کے سارے قبائل مسلمان ہونے کے لیے نبی اکرمؐ کی جماعت کا حصہ بنتے چلے گئے۔ سب دین میں داخل ہوگئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلبہ دین اپنے دور کی سامراجی طاغوتی طاقت وقوت کو توڑنے سے ہوتا ہے۔

آپ دیکھیے کہ ہم نے عام طور پر اپنے نوجوان کو قرآن حکیم کے بنیادی نظریے سے ہی آگاہ نہیں کیا کہ انسانی سوسائٹی کی تشکیل کا قرآن نے کیا نظریہ دیا؟ اغیار کہتے ہیں کہ بائبل کا نظریہ یہ ہے۔ وہ کہتے ہیں ایڈم سمتھ کا نظریہ یہ ہے۔ کہتے ہیں کہ سوسائٹی کی تشکیل کا یورپین فلاسفروں نے یہ نظریہ دیا ہے۔ ہیگل نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا وغیرہ۔ ہم کیا کہتے ہیں؟ ہمارا عمومی رویہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی فکر اور نظریہ نہیں ہے۔ ہمیں نہیں بتایا جاتا کہ قرآن حکیم کا سوسائٹی کی سیاسی تشکیل سے کیا تعلق؟

بقیہ صفحہ 08 پر

اسلامی نظریاتی کونسل کے زیرِاہتمام سہ روزہ علما کانفرنس سے صدرِادارہ محترم جناب ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن کا خطاب

(اسلامی نظریاتی کونسل حکومتِ پاکستان کے زیرِاہتمام ''امتِ مسلمہ کو درپیش مسائل: مشکلات اور حل'' کے عنوان سے سہ روزہ علما کانفرنس مؤرخہ 10 / مئی سے 12 / مئی تک منعقد ہوئی۔ تین روز تک اس کے کئی سیشن ہوئے، جن میں متعدد علمائے کرام نے اس عنوان کے تحت خطابات کیے اپنی تجاویز اور آرا پیش کیں۔ اس کانفرنس میں ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کے صدر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر انھیں بھی خطاب کی دعوت دی گئی۔ چناں چہ انھوں نے ایک بھرپور خطاب فرمایا اور موضوع سے متعلق تجاویز پیش کیں۔ ان کے خطاب کے اہم نکات اور تجاویز کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:)

اس کانفرنس کے آغاز میں چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل مولانا محمد خان شیرانی نے ابتدائی گفتگو کرتے ہوئے موضوع سے متعلق خطابات کے لیے درجِ ذیل نکات پیش کیے:

1۔ ہمارے پاس قرآن کی شکل میں امت کے لیے پیغام موجود ہے، جو انسانیت کی وحدت کا باعث ہے۔

2۔ پوری امت کی وحدت کا منصوبہ پیش کیا جائے۔

3۔ امت کی مشکلات کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟

ان نکات پر سیمینار میں شریک کافی علما اور مقررین نے اپنے خطابات پیش کیے۔ اور ان نکات پر اظہارِ خیال کیا۔ سیمینار کے مقرر کردہ موضوع پر صدرِ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ نے جو خطاب فرمایا، اس کے اہم نکات اور پیش کردہ تجاویز درجِ ذیل ہیں:

○ اسلام تمام ادیان کی تکمیل کرتا ہے۔ تمام موجودہ صداقتوں اور سلسلہ ہائے ہدایت کا آخری ایڈیشن ہے۔ اس لیے مسلمان تمام انبیا اور کتبِ سماویہ پر ایمان کے مکلّف ہیں اور لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (143:2) (انسانیت کی نگہبانی اور نگرانی) کے مرتبے پر فائز ہیں۔ چناں چہ ہمارا ایک عالمی کردار ہے اور اس لیے اسلام کو فکری و عملی بالادستی حاصل ہے۔

○ ظالم و مظلوم کی کشمکش میں اسلام نے ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیا ہے اور مظلوم کو ظالم کے چنگل سے نجات دی ہے۔ مظلوم کا تعلق جس مذہب سے بھی ہو، اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ جنگِ قادسیہ کے موقع پر مسلمان کمانڈر صحابیِ رسولؐ نے فرمایا: ''لنخرج النّاس من عبادة العباد إلٰی عبادة اللّٰه وحدهٗ، و من ضیق الدّنیا إلٰی سعتها'' (ہم اس لیے آئے ہیں، کہ ہم انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ وحدہٗ کی غلامی میں لائیں اور انھیں دنیا کی تنگیوں سے نکال کر اُس کی وسعت اور فراخی کی طرف لائیں) چناں چہ اسلام معاشی، سیاسی اور سماجی مظالم سے انسانیت کو نکال کر، وسعتوں کی طرف لانا چاہتا ہے۔

○ قرآنی نصوص بتاتی ہیں کہ: '' كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ '' (7:59) (دولت کی مساوی تقسیم اس لیے ضروری ہے کہ کہیں یہ صرف مال داروں میں ہی نہ گھومتی رہے) وسائل پر کسی ایک طبقے کا قبضہ نہ ہو، بلکہ سب کا برابر حصہ ہو۔ چناں چہ زمانۂ جاہلیت اور اس کے بعد آنے والے دورِ عہدِ رسالت کے تقابلی جائزے سے یہی بات سامنے آتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کے حقوق کے متعلق فرمایا: ''لهم ما لنا، و علیهم ما علینا'' (جو فوائد اور ثمرات ہمارے لیے ہیں، وہ اُن کے لیے بھی ہیں اور جو ذمہ داریاں ہم پر ہیں، وہ اُن پر بھی ہیں) امام ابوحنیفہؒ کا مسلمان اور ذمی کے درمیان قصاص کے حوالے سے مساوات والا قول، اسی نظریے پر مبنی ہے۔

○ اگر استعماری جنگوں سے اسلامی غزوات کا تقابل کیا جائے تو یہ صورتِ حال سامنے آتی ہے کہ اوّل الذکر (استعماری جنگوں) میں قوموں کے وسائل پر قبضہ، اُن علاقوں کے کلچر کی تبدیلی اور قوموں کی آزادی سلب کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جب کہ مؤخر الذکر (اسلامی غزوات) میں انسانیت کو ان کے حقوق دلانا اور انھیں آزادی دلانا مقصود ہوتا ہے۔ اس لیے اسلامی جہاد کا مقصد ''إکراہ علٰی قبول الإسلام'' (اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا) نہیں۔

○ عمومی مفہوم کے حوالے سے تو جہاد ہر وقت جاری رہتا ہے، تاہم قتال کے لیے حکمتِ عملی چاہیے۔ اس قتال سے نتائج کون حاصل کرے گا؟ اجتماعی حوالے سے حکمت کا تقاضا کیا ہے؟ اگر جہاد کے نتائج دوسرے سمیٹ لیں تو اس کا تدارُک کیا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ تو یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قتال کے بجائے صلح کے ذریعے سے مطلوبہ نتائج حاصل کر لیے گئے۔ لہٰذا اگر جہاد بمعنیٰ قتال کا فائدہ امتِ مسلمہ کو ہے تو فبہا، ورنہ اس طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔ بہر حال جہاد ایک منضبط عمل ہے۔

○ حضورؐ کی مکی اور مدنی زندگی کو اس طور پر تقسیم کرنا مناسب نہیں کہ ایک گروہ پہلی زندگی کو لے لے اور دوسرا گروہ دوسری زندگی کو اختیار کر لے۔ پوری سیرتِ نبویؐ ایک مکمل منصوبہ بندی کے تحت تھی۔ اس لیے اُسے پوری جامعیت کے ساتھ اختیار کیا جانا ضروری ہے۔

تجاویز

اسلام کے حقیقی اور درست تصور کو خود بھی اپنائیں اور اقوامِ عالم کے سامنے بھی پیش کریں۔ جس میں حسبِ ذیل نکات بہت اہم ہیں:

(الف) اسلام کی فکری و عملی بالادستی کی بنیاد پر عالمی کردار ادا کرنا۔

(ب) ظالم و مظلوم کی کشمکش میں مظلوم کا ساتھ دینا۔

(ج) معاشی، سیاسی اور سماجی مظالم سے انسانیت کو نجات دلانا۔

(د) وسائل کی برابری کی بنیاد پر تقسیم کرنا۔

(ر) جہاد کا مقصد انسانیت کو حقوق اور آزادی دلانا ہے، نہ کہ ملکوں کے وسائل پر قبضہ، کلچر کی تبدیلی اور آزادی کو سلب کرنا ہے۔

(س) عمومی مفہوم کے مطابق جہاد کو مسلسل جاری رکھنا ضروری ہے اور خصوصی مفہوم (قتال) کے لیے مناسب وقت، حالات اور طریقۂ کار کا انتظار کرنا چاہیے۔

(ص) سیرتِ نبویؐ کو مکی اور مدنی زندگی میں تقسیم کرنے کے بجائے پوری سیرتِ نبویؐ کو ایک مربوط اور جامع منصوبہ بندی کے تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

صدرِ ادارہ کے اس خطاب کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی نے درجِ ذیل تحریر بھیج کر ان کے خطاب کی تحسین کی:

''محترم ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب زکریا یونیورسٹی، ملتان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

موضوع سے متعلق تاریخ پر گہری نگاہ اور فلسفۂ تاریخ سے استنباط اور خطاب میں متانت، بُردباری، سنجیدگی قابلِ تحسین ہے۔

محمد خان (شیرانی) عفااللہ عنہٗ بدھ 11 / مئی 2011ء''

rahimia.org

حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ خیبر پختونخواہ

رپورٹ: سعد احمد خان

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ 10 روز کے لیے خیبر پختون خواہ کے دورے پر تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ بھی تھے۔ چناں چہ مؤرخہ 03/مئی بروز منگل کو نوشہرہ پہنچے۔ جہاں مولانا مفتی محمد مختار حسن صاحب اور دیگر ذمہ داران حضرات نے حضرت اقدس اور دوسرے احباب کا ڈاکٹر حفیظ کے مکان پر بھرپور استقبال کیا۔ یہاں کچھ دیر قیام کے بعد مفتی محمد مختار حسن صاحب کے مکان پر آمد ہوئی۔ نمازِ عصر کے بعد ایک بھرپور استقبالیہ نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں مفتی عبدالخالق آزاد نے خطاب فرمایا۔ اور حضرت اقدس کی دعا سے نشست کی تکمیل ہوئی۔ بعداز نمازِ مغرب مجلس ذکر اور قیام وطعام مفتی محمد مختار حسن صاحب کے مکان پر ہی رہا۔

مؤرخہ 04/مئی، بروز بدھ 10 بجے خواتین کے لیے درسِ قرآن کا اہتمام انڈس ماڈل سکول میں کیا گیا تھا۔ جس میں مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے درسِ قرآن دیا۔ حضرت اقدس کی دعا سے نشست کی تکمیل ہوئی۔ اور پھر کئی خواتین نے حضرت اقدس مدظلہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ 04 بجے شہر کے دوستوں نے پاکستان ڈگری کالج میں ایک بڑے دعوتی سیمینار کا اہتمام کیا تھا۔ جس میں مفتی مختار حسن صاحب اور مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے خطابات فرمائے۔ آخر میں حضرت اقدس کی دعا فرمائی۔ اس پروگرام میں سینکڑوں کی تعداد میں سٹوڈنٹس نے شرکت کی۔ کالج کے پرنسپل صاحب نے بھی حضرت اقدس سے خصوصی ملاقات کی۔ مجلس ذکر کا اہتمام وطعام وقیام مفتی محمد مختار حسن صاحب کے مکان پر ہوا۔

مؤرخہ 05/مئی، بروز جمعرات کو صبح ہی سے دوستوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ اور دوستوں نے ان حضرات سے خوب استفادہ کیا۔ مجلس ذکر وغیرہ معمول کے مطابق ہوئے۔

مؤرخہ 06/مئی بروز جمعہ، نمازِ جمعہ سے قبل جامع مسجد درزیاں میں مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے جمعہ کا خطبہ دیا اور نماز کی امامت فرمائی۔ نمازِ جمعہ کے بعد مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے نوشہرہ سے پشاور جاتے ہوئے ایک جگہ ''ڈاگ اسماعیل خیل'' میں مقامی دوستوں کے منعقد کردہ ایک سیمینار میں بیان کیا۔ اور پھر دوستوں نے سوالات وجوابات کیے۔ جب کہ حضرت اقدس مدظلہ نمازِ جمعہ کے بعد خانقاہ کے قدیم متوسل عبدالحفیظ صاحب کے اصرار پر ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر ان کے مکان پر آرام کے بعد انھی کی گاڑی میں حضرت اقدس پشاور کے لیے روانہ ہوئے۔ اور نمازِ مغرب سے کچھ پہلے پشاور میں ثاقب محفوظ صاحب کے مکان پر آمد ہوئی۔ جہاں کافی دوست حضرت کی آمد کے منتظر تھے۔ انھوں نے حضرت اقدس کا بھرپور استقبال کیا۔ مجلس ذکر کا اہتمام اور قیام وطعام ثاقب صاحب کے مکان پر رہا۔

مؤرخہ 07/مئی صبح ہی سے دوستوں کی آمد شروع ہوگئی۔ اور باقی تمام معمولات حسب معمول ہوئے۔ مؤرخہ 08/مئی کو بریز کالج پشاور میں دعوتی سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں مفتی محمد مختار حسن صاحب نے ''ولی اللّٰہی فکر کے تاریخی تسلسل میں خانقاہِ رائے پور کا کردار''، مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے ''پاکستانی سماج کے زوال کے تاریخی عوامل'' اور حضرت مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے ''پاکستانی سماج کے مسائل کا ولی اللّٰہی حل'' کے موضوعات پر خطابات فرمائے۔ اور آخر میں حضرت اقدس مدظلہ نے نوجوانون کو موجودہ غلط سسٹم کے بھیانک اثرات کے بارے میں آگاہ کیا، اس کے خلاف جدوجہد کرنے کی تلقین کی اور دعائیہ کلمات فرمائے۔ سیمینار میں سینکڑوں کی تعداد میں کالج ویونیورسٹی کے طلبا نے شرکت کی۔ جب کہ کالج کے سربراہ نے حضرت اقدس اور شہر سے باہر سے آئے ہوئے تمام مہمانوں کی خوب تواضع کی۔ اور بہت مسرت کا اظہار کیا۔

مؤرخہ 09/مئی کو حضرت اقدس مدظلہ العالی ناشتے کے بعد صبح تقریباً 11 بجے پشاور سے سوات کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں مردان میں جناب یاسر حلیم کے گھر پر مردان کے کچھ دوستوں اور ان کے والد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ پھر ''تخت بھائی'' میں رانا وسیم صاحب کے مکان پر آمد ہوئی۔ وہاں ان کے والد صاحب اور بھائی وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ تقریباً 05 بجے کے قریب سوات پہنچے۔ جہاں نورالرحمٰن کاکا صاحب کے مکان پر کندمیرا، مینگورہ میں سوات اور مضافات سے آئے ہوئے کافی دوستوں نے حضرت اقدس مدظلہ العالی کا بھرپور استقبال کیا۔ اور استقبالیہ نشست ہوئی۔ جس سے حضرت مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے خطاب فرمایا۔ اور حضرت اقدس نے دعا فرمائی۔ بعداز نمازِ مغرب مجلس ذکر ہوئی اور پھر مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے ''ذکر اللہ کی اہمیت'' پر خطاب فرمایا۔ قیام نورالرحمٰن صاحب کے مکان پر ہوا۔ مؤرخہ 10/مئی کو صبح ہی سے دوستوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور سارے معمولات حسبِ معمول ہوتے رہے۔ دوستوں نے ان حضرات سے خوب استفادہ کیا۔

11/مئی کو صبح کے وقت حضرت مفتی عبدالخالق آزاد صاحب اور مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب کے ہمراہ کچھ دوست سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مشائخ میں سے حضرت عبدالغفور اخوند المعروف ''سیدو بابا'' کے مزار پر حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ 13/مئی بروز جمعہ کو کانجو میں حضرت اقدس مدظلہ العالی نے سلطان رشاد صاحب کے صاحبزادے کا نکاح پڑھایا۔ پھر پروفیسر ریاض صاحب کے مکان پر آمد ہوئی۔ بعداز جمعہ سوات کے دوستوں نے ایک کالج میں سیمینار کا انعقاد کیا۔ جس میں سینکڑوں احباب نے شرکت کی۔ سیمینار میں مفتی محمد مختار حسن صاحب نے پشتو میں ''ولی اللّٰہی فکر کا تاریخی تسلسل'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ جب کہ مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے ''پاکستان کے معاشی مسائل اور ان کا ولی اللّٰہی حل'' کے موضوع پر سیر حاصل خطاب فرمایا۔ اور مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے ''پاکستان کے سیاسی مسائل اور ان کا ولی اللّٰہی حل'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ اور آخر میں حضرت اقدس مدظلہ العالی نے دوستوں کے اصرار پر چند ملفوظات بیان فرمائے۔ اور تکمیلی دعا فرمائی۔

مؤرخہ 16/مئی کو ناشتے کے بعد مفتی عبدالخالق آزاد صاحب اَپر سوات کی طرف ''کوزہ بانڈہ'' اور ''مٹہ'' تشریف لے گئے۔ دونوں جگہوں پر سیمینارز منعقد ہوئے۔ جس میں کافی دوستوں نے شرکت کی۔ مفتی صاحب نے ان سیمینارز میں خطابات کیے۔ دوستوں نے آپ سے خوب استفادہ کیا۔ شام کو پروفیسر صاحب کی صاحبزادی کا نکاح تھا۔ بعداز عصر حضرت اقدس مدظلہ نے نکاح پڑھایا۔ مجلس ذکر، قیامِ شب پروفیسر صاحب کے مکان پر ہی رہا۔ مؤرخہ 15/مئی صبح 10 بجے مینگورہ میں ثناء اللہ صاحب کے مکان پر آمد ہوئی، جہاں بڑا سیمینار تھا۔ جس سے مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب اور مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے تربیتی موضوعات پر خطابات کیے۔ اسی روز سوات سے روانہ ہوکر پشاور پہنچے۔ جہاں کافی دوست حضرت اقدس کے منتظر تھے۔ رات کا قیام ثاقب محفوظ صاحب کے مکان پر ہوا۔ اور پھر صبح تقریباً 06 بجے ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ تقریباً 11 بجے پشاور سے لاہور آمد ہوئی۔

rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore LRL 466 CPL No. 59

بقیہ خطبہ جمعہ

یہ عمرانیات کے حوالے سے کیا رہنمائی دیتا ہے؟ انسانی سماج کی تشکیل کے لیے کون سے قوانین اور ضابطے دیتا ہے۔ عام طور پر اس پر ہماری کوئی گفتگو نہیں ہوتی۔ جب ہمیں اپنے دینی فکر اور نظریے سے وابستگی نہیں، اس فکر پر کوئی نظم وضبط یا تنظیمی عمل نہیں، اس فکر کو غالب کرنے یا اس کا سسٹم قائم کرنے کا شعور نہیں تو پھر اغیار کے سسٹم کے تحت زندگی بسر کرنے کے علاوہ اور کون سا راستہ ہے۔ آج ہمیں اپنے آپ کو بدلنا ہے۔ اور اگر ہم بدلنا نہیں چاہتے، تو اللہ تعالیٰ خود بخود ہمارے حالات نہیں بدلے گا۔

ہمیں غور وفکر کرنا ہے کہ آج ہمارا قرآن سے تعلق منقطع کیوں ہوگیا۔ قرآن کو اس نقطۂ نظر سے ہم کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ کل انسانیت کے مسائل حل کرنے کا سیاسی، معاشی، عمرانی اور سماجی فکر دیتا ہے۔ اور پھر اس فکر کی اساس پر باشعور تربیت یافتہ منظم جماعت پیدا کرتا ہے۔ اس منظم اجتماعیت کی اساس پر سسٹم قائم کرنے کے اصولوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ آخر یہ تین بنیادی اساسی امور قرآن کی تعلیمات کے حوالے سے ہمارے پیش نظر نہیں ہیں تو کامیابی کیسے ہوگی۔

آج بڑی ضرورت ہے کہ قرآن حکیم کا مطالعہ اس تناظر میں کیا جائے کہ وہ سوسائٹی کے عمرانی مسائل حل کرنے کا واضح اور دوٹوک نظریہ ہمارے سامنے لائے۔ اس کے اندر جو صلاحیت اور استعداد پیدا ہو، وہ سوسائٹی کا سسٹم قائم کرنے کے حوالے سے ہونی چاہیے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور میں ہر سال قرآنی تعلیمات پر ایک دورۂ تفسیر ہوتا ہے۔ ان شاء اللہ اگلے جمعہ یعنی 03 جون سے 17 جون 2011ء تک پندرہ روزہ دورۂ تفسیر ہمارے ہاں شروع ہو رہا ہے۔ ان پندرہ دنوں میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے تحریر کردہ اصول تفسیر اور حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن کے ترجمہ وتفسیر اور امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور دیگر علمائے حق کے تفسیری نکات کی روشنی میں قرآن حکیم کی تمام سورتوں کا بنیادی خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ نیز اس دورۂ تفسیر میں قرآن حکیم کے اصول عمرانیات، اصول سیاسیات اور اصول معاشیات پر رہنمائی دی جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی ان اصولوں کی روشنی میں عملی نظام قائم کرنے کی جو رہنمائی قرآنی تعلیمات سے ملتی ہے، اُسے پیش کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر مسلمان جماعت کی تربیت کے بنیادی تنظیمی اور اجتماعی رویوں کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ اولیاء اللہ کی تعلیمات کے تناظر میں اپنے آپ کو بدلنے اور کل انسانیت کے مسائل حل کرنے کا شعور بلند کیا جاتا ہے۔

یہ کوئی روایتی دورۂ تفسیر نہیں، بلکہ قرآن حکیم کا اس نقطۂ نظر سے مطالعہ پیش کیا جاتا ہے کہ انسانی سماج کی تشکیل کا بنیادی قرآنی فکر کیا ہے؟ اس فکر کی اس پر اس مسلمان جماعت کے اندر ایک منظّم جماعت پیدا کرنے کے بنیادی اساسی اصول کیا ہیں، اور ان اصولوں کی روشنی میں سوسائٹی میں سسٹم کی تبدیلی کا جو پروسیس قرآن حکیم بیان کرتا ہے، جو طریقۂ کار، جو حکمتِ عملی قرآنِ حکیم اور نبی اکرمؐ کی سیرت سے واضح ہوتی ہے، وہ ہمارے سامنے آجائے۔ اور ہمارا نوجوان قرآن کی بنیادی تعلیمات سے آگہی حاصل کرکے اپنی سوسائٹی میں ایک مثبت تبدیلی پیدا کرے۔ ایسا شعور اور دینی فہم وبصیرت پیدا ہو، جس کی اساس پر وہ سوسائٹی کا ایک مفید شہری بنے۔ دہشت گرد نہیں، قاتل نہیں، نعرے لگانے والا اور رومانوی تصورات رکھنے والا نہیں، محض خیالات کے اُلجھاؤ اور فکری انتشار کے اندر مبتلا نہیں، بلکہ اپنے دینی نظریے کے ساتھ مکمل کمٹمنٹ اور تنظیمی صلاحیت کا حامل سوسائٹی کا ایک مفید اور بہترین فرد بنے۔ ہر سال اس دورۂ تفسیر میں پورے ملک سے نوجوان شرکت کرتے ہیں۔ اور قرآن حکیم کے بنیادی نظریہ فکر وعمل سے شعور وآگہی پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دینی مسائل

اس صفحہ پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور
براہ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال(1): نماز فجر قضا ہوجائے تو صرف فرض کی قضا ہوگی یا سنت بھی قضا کی جائے؟

جواب: فجر کی نماز فوت ہوجائے اور زوال آفتاب سے قبل قضا کرلے تو فرض سے پہلے سنت فجر کی بھی قضا کرے۔ کیوں کہ فجر کی سنتیں باقی تمام سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہیں۔ لیکن اگر زوال آفتاب سے پہلے تک قضا نہ پڑھ سکا تو بعد میں صرف دو فرض کی قضا پڑھ لینا کافی ہے۔

سوال(2): ایک خاتون بہت زیادہ بیمار تھی۔ اس نے نذر مانی کہ اگر میں صحت مند ہوگئی تو تادم حیات ہر مہینے تین روزے رکھا کروں گی۔ چناں چہ کچھ عرصے بعد وہ صحت مند ہوگئی، لیکن روزے اس کے لیے مشکل ہو رہے ہیں اور تیس مہینے گزر گئے کہ اس نے نذر کے مطابق روزے نہیں رکھے۔ سوال یہ ہے کہ تیس مہینوں کے نوے روزے، نذر کی وجہ سے اس کے ذمے لازم ہوئے ہیں تو وہ اس کے بدلے فدیہ وغیرہ دے سکتی ہے؟ خلیل اللہ، سوات

جواب: صحت مند ہونے کے بعد نذر کا پورا کرنا ضروری ہے۔ چناں چہ اس کی وجہ سے اس پر لازم ہے کہ وہ ہر مہینے تین روزے رکھے۔ اور اگر روزہ رکھنا انتہائی دشوار ہو تو ہر روزے کے عوض 1700 گرام گندم بطور فدیہ ادا کرے۔

سوال(3): روزے کی حالت میں انہیلر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ عمر جواد، حسن ابدال

جواب: روزے کی حالت میں انہیلر استعمال کرنا جائز نہیں۔

سوال(4): ایک شخص کو روزے کی حالت میں قئے آئی، جس سے وہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور اس کے بعد عمداً کچھ کھا پی لیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ فیصل رشید، بہمن آباد

جواب: روزے کی حالت میں اگر قئے از خود آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اگر روزہ دار یہ سمجھے کہ اس کا روزہ قئے سے ٹوٹ گیا اور پھر بعد میں اس نے کچھ کھا پی لیا تو اس پر صرف اس روزے کی قضا واجب ہے، کفارہ نہیں۔

سوال(5): ایک مریض موت وحیات کی کش مکش میں ہے اور اس کا انتہائی اہم آپریشن ہوا ہے، جس کے لیے خون دینا ضروری ہے۔ تو کیا روزے کی حالت میں ایسے مریض کو خون دیا جاسکتا ہے؟ غلام مجتبیٰ، گلبرگ، لاہور

جواب: ایسے مریض کو روزہ دار خون دے سکتا ہے۔ لیکن روزے دار اپنا خون اتنا ہی نکلوائے، جس سے وہ نقاہت یا کسی بیماری میں مبتلا نہ ہوجائے۔ کیوں کہ عام طور پر خون نکلوانے کے بعد کچھ نہ کچھ غذا لینا ضروری ہوتا ہے، جو روزے کی حالت میں ممنوع ہے۔

سوال(6): اگر کوئی غیر مسلم افطاری کے لیے کھجور وغیرہ روزے داروں کے لیے بھجوائے تو کیا اس سے روزہ کھولنا جائز ہے یا نہیں؟ ذکاء اللہ، سوات

جواب: اگر غیر مسلم روزے داروں کی افطاری کے لیے کھجور وغیرہ پیش کرے تو اس سے افطاری کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

سوال(7): روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا جائز ہے یا نہیں؟ راؤ محمد عثمان، سرگودھا

جواب: روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا جائز ہے۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

rahimia.org